رسائل و مسائل

لونڈیوں سے تمتع

"اکثر علماء لونڈیوں سے بلا نکاح تمتع کے جواز میں آیت اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ پیش کرتے ہیں۔ مندرجۂ ذیل سوالات کا جواب دے کر مشکور فرمائیں۔

ا لونڈیوں سے بلا نکاح تمتع محض شہوت رانی ہے اور اسلام اس کے خلاف ہے بمصداق مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ۔

ب۔ اگر ملکیت سے مالک کو حق وطی حاصل ہے تو ایک غلام کی مالکہ جو غیر شادی شدہ ہو اس سے کیوں محروم رکھی جائے؟ وہ خلط نسل کو روکنے کے لیے مانعات حمل استعمال کر سکتی ہے۔

ج۔ غیر مسلم محارب قومیں اگر مسلمات ماخوذہ کے ساتھ بھی یہی سلوک کریں تو عقلاً اس کے خلاف مسلمانوں کو احتجاج کا کیا حق ہے؟

د۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک اور بے لوث زندگی بالخصوص عالم شباب میں خانگی زندگی کی بہترین مثال ہے۔ یہاں تک صحیح ہے کہ آخری عمر میں جب کہ متعدد ازواج مطہرات موجود تھیں آپ نے بھی لونڈیوں سے تمتع کیا؟

ہ۔ اگر ملکیت سے حق وطی حاصل ہوتا ہے تو فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ۔ کی صورت میں کیا لونڈی پر دو گونہ حق ہوگا؟ ایک خاوند کو بلحاظ نکاح اور دوسرے مالک کو بلحاظ ملکیت۔ اگر نہیں تو کیوں؟"

ترجمان القرآن - ملک یمین کی بنا پر تمتع کی اجازت قرآن مجید کی متعدد آیات میں وارد ہوئی ہے۔ سورۂ نساء رکوع اول میں ہے:-

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ۔	اگر تم کو خوف ہو کہ متعدد بیویوں کے درمیان عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی بیوی رکھو یا جو لونڈی تمہارے قبضہ میں ہو

اسی سورہ کے چوتھے رکوع میں ہے۔

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ	اور حرام کی گئیں بیاہی ہوی عورتیں مگر وہ جو لڑائی میں تمہارے ہاتھ آئی ہوں۔

سورہ مومنون کے پہلے رکوع میں ہے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ	اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں بجز اپنی بیویوں یا اپنے ہاتھ کے مال یعنے لونڈیوں کے کہ اس میں ان پر کچھ ملامت نہیں۔

سورہ احزاب کے چھٹے رکوع میں ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ	اے نبی ہم نے تمہارے لیے تمہاری بیویوں کو حلال کر دیا جن کے مہر تم نے ادا کر دیے ہیں اور ان لونڈیوں کو بھی جو ان عورتوں میں سے تمہارے قبضہ میں ہیں جنھیں اللہ نے تم کو غنیمت میں عطا فرمایا ہے۔

پھر فرمایا:۔

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ۔	اب اس کے بعد تمہارے لیے دوسری عورتیں حلال نہیں ہیں نہ یہ کہ ان کے بدلے میں تم دوسری بیویاں کر لو خواہ اُن کا حسن تم کو کتنا ہی پسند آئے، البتہ وہ لونڈیاں حلال ہیں جو تمہارے قبضہ میں ہوں۔

ان آیات سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ ملک یمین کی بنا پر تمتع جائز ہے۔ اب تحقیق طلب امر یہ ہے کہ یہ اجازت کن حالات میں دی گئی ہے؟ اس کا مقصد کیا ہے؟ اور اس سے استفادہ کی کیا کیا صورتیں شارع نے تجویز کی ہیں۔

جنگ میں گرفتار ہونے والے سبایا کے حق میں اسلام نے جو قوانین وضع کیے تھے ان کو سمجھنے میں آج لوگوں کو اس لیے دقتیں پیش آ رہی ہیں کہ اس زمانے میں وہ حالات باقی نہیں رہے ہیں جن کے لئے یہ قوانین وضع کیے گئے تھے۔ اٹھارویں صدی عیسوی کے آغاز تک دنیا میں اسیران جنگ کو غلام بنا کر رکھنے اور انھیں خرید و فروخت کرنے کا طریقہ رائج رہا ہے۔ اُس زمانہ میں بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ دو محارب سلطنتیں صلح کے بعد اسیران جنگ کا مبادلہ کرتیں یا ان کو فدیہ دیکر چھڑاتیں۔ زیادہ تر قاعدہ یہی تھا کہ جو لوگ جنگ میں گرفتار ہوتے وہ اسی سلطنت کے قبضہ میں رہتے جس کی فوج ان کو گرفتار کر کے لے جاتی۔ اس طرح آبادیوں کی آبادیاں قید ہو کر ایک ملک سے دوسرے ملک میں چلی جاتی تھیں، اور کسی سلطنت کے لیے یہ ممکن نہ تھا کہ ان کثیر التعداد قیدیوں کو مقید رکھ کر ان کے کھانے کپڑے کا بار اٹھاتی۔ اس لیے سلطنتیں اپنی ضرورت کے مطابق قیدیوں کو اپنے قبضہ میں رکھتی تھیں، اور باقیوں کو فوج کے افراد میں تقسیم کر دیتی تھیں، جن کے پاس وہ لونڈی غلام بن کر رہتے تھے۔

یہ حالات تھے جن میں اسلام آیا۔ اس نے آکر پہلی مرتبہ دنیا کو یہ تعلیم دی کہ جو لوگ جنگ میں قید ہوں ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دو، یا اسیران جنگ سے مبادلہ کر لو، یا بطریق احسان رہا کر دو۔ لیکن اس اصلاحی تعلیم کا نفاذ تنہا مسلمانوں کے عمل سے نہ ہو سکتا تھا، بلکہ اس کے لیے غیر مسلم قوموں کا راضی ہونا بھی ضروری تھا اور وہ اُس وقت اس اصلاح کو قبول کرنے پر آمادہ نہ تھیں، نہ بارہ صدیوں تک آمادہ ہوئیں۔ اس لیے اسلام نے بدرجۂ آخر اس کی اجازت دی کہ اسیران جنگ کو اسی طرح غلام بنا کر رکھا جائے جس طرح دوسری قومیں مسلمانوں کے اسیران جنگ کو رکھتی ہیں۔ مگر اس اجازت سے یہ خطرہ تھا کہ کہیں مسلمانوں کے اجتماعی نظام میں ایک پست طبقہ Depressed class کا اضافہ نہ ہو جائے، جیسا کہ ہر اس قوم کے اجتماعی نظام میں ہوا ہے

جس نے دوسری قوموں کو مغلوب کیا ہے قطع نظر اس کے کہ اسیران جنگ کے ساتھ یہ معاملہ خلاف انسانیت تھا، اس سے اُن بہت سے اخلاقی و تمدنی مفاسد کے پیدا ہونے کا بھی اندیشہ تھا جو کسی نظام اجتماعی میں ایک ایسے طبقہ کی پیدائش کا لازمی نتیجہ ہیں۔ لہٰذا اسلام نے اسیران جنگ کو غلام بنا کر رکھنے کی اجازت دینے کے ساتھ ایسے قوانین بھی وضع کیے جن کا منشا یہ تھا کہ غلامی کی حالت میں جو بہتر سے بہتر سلوک ان کے ساتھ ممکن ہو وہ کیا جائے، اور ایسے اسباب مہیا کیے جائیں جن سے وہ رفتہ رفتہ اسلامی سوسائٹی میں جذب ہو جائیں۔

یہی مقصد ہے جس کے لیے لونڈیوں سے تمتع کی اجازت دی گئی ہے۔ تھوڑی دیر کے لیے اپنے تصور کو اب سے چند سو برس پیچھے لے جائیے۔ فرض کیجیے کہ ایک غیر قوم سے مسلمانوں کی جنگ ہوتی ہے اس میں ہزاروں عورتیں ان کے ہاتھ آتی ہیں جن میں بہت سی جوان اور خوبصورت بھی ہیں۔ فریق مخالف نہ ان کو فدیہ دیکر چھڑاتا ہے، نہ ان مسلمان عورتوں سے ان کا مبادلہ کرتا ہے جو اس کے قبضہ میں چلی گئی ہیں۔ مسلمان ان کو بطریق احسان بھی نہیں چھوڑ سکتے، کیونکہ اس طرح تو ان کی عورتوں کے چھوٹنے کی کوئی امید ہی نہیں جا سکتی۔ ناچار ان کو اپنے ہاں رکھنا پڑتا ہے۔ اب فرمائیے کہ اتنی کثیر تعداد میں جو عورتیں دارالاسلام میں آگئی ہیں ان کا کیا کیا جائے۔ ان کو دائم الحبس کر دینا ظلم ہے۔ ان کو ملک میں آزاد چھوڑ دینا گویا فسق و فجور کے جراثیم پھیلا دینا ہے۔ ان کو جہاں بھی رکھا جائے گا ان سے اخلاقی مفاسد پھیلیں گے۔ ایک طرف سوسائٹی خراب ہوگی اور دوسری طرف خود ان کی پیشانیوں پر ہمیشہ کے لیے ذلت کے داغ لگ جائیں گے۔ اسلام اس مسئلہ کو یوں حل کرتا ہے کہ انہیں افراد قوم میں تقسیم کر دیتا ہے، اور ان افراد کو ہدایت کرتا ہے کہ خبردار ان کو رنڈیاں نہ بنا دینا کہ ان سے حرام کراؤ اور ان کو آمدنی کا ذریعہ بناؤ، بلکہ یا تو خود ان کو اپنے تصرف میں لاؤ یا نہیں تو ان کے نکاح کر دو تاکہ یہ بدکاریاں اور آشنائیاں نہ کرتی پھریں۔ اس قانون کی مختلف دفعات قرآن مجید میں مختلف مقامات پر بیان کی گئی ہیں۔ سورہ نور کے چوتھے رکوع میں ہے:-

وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ   اور اپنی لونڈیوں کو جو پاک دامن رہنا چاہتی ہیں دنیا کی

اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا۔ زندگی کے عارضی فائدے کی خاطر بدکاری پر مجبور نہ کرو۔

یہ پہلی دفعہ ہے جس نے لونڈیوں کے ایک برے مصرف کا دروازہ قطعی بند کر دیا۔ مگر یہ ان کے لیے جو خود اپنی عصمت کی حفاظت کرنا چاہتی ہوں۔ رہیں وہ لونڈیاں جو خود بدکاری کی طرف مائل ہوں، تو ان کے لیے یہ حکم دیا کہ۔

فَاِنْ اَتَیْنَ بِفَاحِشَۃٍ فَعَلَیْھِنَّ نِصْفُ مَا عَلَی الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ۔ (۴:۴)۔ پھر اگر وہ کوئی بے حیائی کا کام کریں تو ان پر اس سزا کا نصف ہے جو شریف بی بیوں کے لیے رکھی گئی ہے۔

اس طرح ان عورتوں کے لیے بدکاری کا بالکل سدباب کر دیا گیا خواہ مجبورانہ ہو یا رضاکارانہ مگر نفس تو وہ بھی رکھتی ہیں اور ان کے داعیات فطرت کی تکمیل بھی ضروری ہے، ورنہ ظلم بھی ہوگا۔ اور اخلاقی مفاسد کے دروازے بھی کھلیں گے۔ اس لیے ان کی نفسانی ضرورتوں کو باعزت طریقہ سے پورا کرنے کی دو صورتیں تجویز کی گئیں۔

ایک صورت یہ ہے کہ ان کے آقا ان کے نکاح کر دیں۔

وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ وَالصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِکُمْ وَاِمَآئِکُمْ (۲۴:۴)۔ تم میں جو بیوہ عورتیں ہوں ان کے نکاح کر دو اور تمہارے لونڈی غلام جو نیکوکار ہوں ان کے بھی۔

اسی طرح جو نادار لوگ زیادہ مہر دے کر معزز خاندانوں میں شادیاں کرنے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں ان کو بھی ترغیب دی گئی کہ تھوڑے مہر پر لونڈیوں سے نکاح کریں۔

وَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ مِنْکُمْ طَوْلًا اَنْ یَّنْکِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ مِّنْ فَتَیٰتِکُمُ الْمُؤْمِنٰتِ (۴:۴) اور جو شخص تم میں سے اتنی استطاعت نہ رکھتا ہو کہ شریف مومن عورتوں سے نکاح کر سکے تو وہ تمہاری مومن لونڈیوں سے نکاح کرلے۔

جب یہ صورت ہو تو خود آقا کو ان سے تمتع شہوانی کا حق باقی نہیں رہتا کیونکہ وہ اپنی مرضی سے

یہ حق دوسرے شخص کو دے چکا ہے اور اب وہ بھی محصنات میں داخل ہو چکی ہیں جن کو نص قرآنی نے شوہر کے سوا سب کے لئے حرام کر دیا ہے۔ آیت مذکورہ کے بعد اس کی تصریح کر دی گئی ہے :۔

فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ

پس ان کے مالکوں کی اجازت سے ان کے ساتھ نکاح کرو اور دستور کے مطابق ان کے مہر ادا کر دو۔ وہ قید نکاح میں لائی جائیں نہ کہ کھلی اور چھپی بدکاریاں کریں پھر جب وہ نکاح سے پابند ہو جائیں اور اس کے بعد بدکاری کریں تو ان پر اس سزا کا نصف ہے جو شریف بی بیوں کے لئے ہے

دوسری صورت یہ ہے کہ خود مالک ان سے تمتع کرے۔ اس کی تین شکلیں ہیں۔ ایک یہ کہ محض ملک یمین ہی کو قید نکاح سمجھ کر تمتع کیا جائے۔ دوسری یہ کہ لونڈی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کیا جائے اور اس آزادی ہی کو اس کا مہر قرار دیا جائے۔ تیسرے یہ کہ اس کو آزاد کر کے جدید مہر کے ساتھ نکاح ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری اور تیسری صورت کو ترجیح دی ہے۔ اور اس کی فضیلت میں متعدد احادیث آئی ہیں

ایما رجل کانت عندہ ولیدۃ فعلمها فاحسن تعليمها و ادبها فاحسن تادیبها ثم اعتقها و تزوجها فله اجران۔ (کتاب النکاح باب اتخاذ السراری)۔

جس شخص کے پاس کوئی لونڈی ہو اور وہ اس کو خوب اچھی تعلیم دے، اور اس کو اچھا ادب سکھائے پھر اس کو آزاد کرے اور اس سے نکاح کرلے تو اس کو دوہرا اجر ملے گا۔

دوسری حدیث میں ہے کہ ثم اعتقها ثم اصدق قها۔ یعنی اس کو آزاد کر کے جدید مہر کے ساتھ نکاح کیا۔ ابو داؤد الطیالسی نے ایک اور حدیث نقل کی ہے۔ جس میں حضورؐ نے فرمایا ہے۔

اذا اعتق الرجل امتہ ثم امهرها مهرا جدیدا کان له اجران۔

جب کسی شخص نے اپنی لونڈی کو آزاد کیا پھر اس کو جدید مہر دے کر اس سے نکاح کیا۔ تو اس کے لیے دو اجر ہو گئے

خود آنحضرتؐ نے حضرت صفیہ اور جویریہ اور ریحانہ کے ساتھ اسی طرح نکاح کیا ہے کہ پہلے ان کو آزاد کیا پھر قید نکاح میں لائے۔ اس باب میں روایات مختلف ہیں آپ نے جدید مہر ادا کیا تھا۔ یا آزادی ہی کو مہر قرار دیا۔ لیکن اغلب یہ ہے کہ آپ نے جواز کی دونوں صورتیں ظاہر کرنے کے لیے دونوں طریقوں پر عمل فرمایا ہے۔ بعض کو جدید مہر دیا ہے اور بعض کی آزادی ہی کو مہر قرار دیا ہے۔[۱]

رہی پہلی صورت تو وہ بھی جائز ہے، اس لیے کہ قرآن مجید میں ملک یمین کی بنا پر تمتع کی اجازت عام ہے کسی خاص صورت کے ساتھ مقید نہیں ہے۔ اس میں بظاہر جو کراہت نظر آتی ہے وہ محض ایک وہمی کراہت ہے۔ چونکہ طبیعتیں نکاح کے عام اور معروف طریقے کی خوگر ہو چکی ہیں۔ اس لیے لوگ سمجھتے ہیں کہ عورت اور مرد کا صرف وہی تعلق جائز ہے جس میں قاضی صاحب آئیں، دو گواہ ہوں، ایجاب و قبول ہو، خطبۂ نکاح پڑھا جائے۔ اس کے سوا جو صورت ہے وہ محض شہوت رانی ہے۔ لیکن اسلام کوئی رسمی (Conventional) مذہب نہیں بلکہ ایک عقلی (Rational) مذہب ہے وہ رسم کو نہیں حقیقت کو دیکھتا ہے۔ نکاح سے ایک عورت ایک مرد کے لئے صرف اس بنا پر حلال ہوتی ہے کہ اللہ کے قانون نے اس کو حلال کیا ہے۔ اسی طرح اگر ملک یمین کی بنا پر اللہ کا قانون اس کو حلال کرے تو اس میں کراہت کی کونسی بات ہے۔ نکاح کا مقصد انسان کے جذبۂ شہوت کو ایک حد کے اندر محدود کرنا، اور ایک ضابطہ سے منضبط کرنا، اور مرد و زن کے تعلق کو ایک باقاعدہ تمدنی تعلق کی صورت میں قائم کرنا ہے، اور

---

[۱] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی حیات طیبہ کے آخر زمانہ میں لونڈیوں کے ساتھ نکاح کرنا خود اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کا اصل مقصد اسلامی سوسائٹی میں لونڈیوں کے لیے عزت کی جگہ پیدا کرنا تھا، اور آپ خود اپنے عمل سے مسلمانوں کو یہ تعلیم دینا چاہتے تھے کہ انسانی برادری کے اس بدقسمت گروہ کے ساتھ ان کو کیسا سلوک کرنا چاہیے۔ مگر دشمنان اسلام کی بدطینتی پیغمبر اسلام کے اس انتہائی شریفانہ فعل کو بھی نفسانیت پر محمول کرکے چھوڑا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر انسان عیب چینی پر اتر آئے تو دنیا کا کوئی نیک سے نیک فعل بھی ایسا نہیں جس میں وہ بدی کا پہلو نہ نکال سکتا ہو۔

اعلان کی شرط اس لیے لگائی گئی ہے کہ سوسائٹی میں یہ امر معلوم و مشہور ہو جائے کہ فلاں عورت فلاں مرد کے لیے مختص ہو چکی ہے، اس کے بطن سے جو اولاد ہو گی وہ فلاں شخص کی ہو گی، اور اس عورت کے ساتھ کسی دوسرے شخص کا زوجی تعلق نہ ہو گا۔ یہ سب اغراض ملک یمین سے بھی پوری ہو جاتی ہیں، سوسائٹی میں یہ امر معلوم و مشہور ہوتا ہے کہ فلاں لونڈی فلاں شخص کی مملوکہ ہے۔ کسی دوسرے شخص کے لیے اس لونڈی سے زوجی تعلق پیدا کرنا جائز نہیں ہوتا جب تک کہ مالک اپنی رضامندی سے اس کو نکاح کی اجازت نہ دے۔ لہٰذا لونڈی کا اپنے مالک کے ساتھ اختصاص اس صورت میں بھی قائم ہو جاتا ہے۔ وہ مالک کے تصرف میں آنے کے بعد خاندان کی ایک فرد بن جاتی ہے اس کو ام ولد کہا جاتا ہے۔ اس کی اولاد جائز اولاد سمجھی جاتی ہے، اور اپنے باپ سے شرعی ورثہ پاتی ہے۔ پھر کیا یہ نکاح کی طرح باقاعدہ زوجی تعلق نہیں ہے۔

ہاں اس طریقہ میں ایک کراہت ضرور ہے، مگر وہ ایک دوسرے پہلو سے ہے ملک یمین کی بنا پر جس لونڈی سے نکاح کیے بغیر تمتع کیا جاتا ہے، وہ اصلاً لونڈی ہی رہتی ہے۔ اس کو محصنات کے برابر مرتبہ حاصل نہیں ہوتا۔ اور اس کی اولاد پر بھی پرستارزادگی کا داغ رہتا ہے۔ اس بنا پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فضیلت اس طریقہ کو دی ہے کہ پہلے اس کو آزاد کر کے شریف عورتوں کے مرتبہ میں لے آؤ، پھر اس سے بطریق معروف نکاح کرو تاکہ اس میں عزت نفس کا وہ احساس پیدا ہو جائے جو شریف عورتوں میں ہوتا ہے، اور وہ مساویانہ حیثیت سے تمہاری سوسائٹی میں داخل ہو جائے، اور اس پر لونڈی پن کا اور اس کی اولاد پر پرستارزادگی کا داغ نہ رہے۔

اب آپ کے صرف دو سوالوں کا جواب میرے ذمہ باقی ہے۔ ایک یہ کہ اگر مرد کو ملک یمین کی بنا پر تمتع کا حق حاصل ہے تو عورت کو یہ حق حاصل کیوں نہیں ہے؟ دوسرے یہ کہ اگر غیر مسلم محاربین مسلمان عورتوں کے ساتھ بھی یہی سلوک کریں تو ہم کو اس پر احتجاج کا کیا حق ہے؟ ذیل میں ان دونوں کا جواب علی الترتیب دیا جاتا ہے۔

(۱) قرآن مجید میں ملک یمین کی بنا پر تمتع کا حق صرف مردوں کو دیا گیا ہے۔ عورتوں کو نہیں دیا گیا۔ اسی لیے وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ اور دوسری تمام آیات میں خطاب صرف مردوں سے ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ زوجی تعلق کے معاملہ میں عورت اور مرد کے درمیان ہمیشہ سے انسان نے امتیاز کیا ہے، اور یہ امتیاز خود اس کی فطرت میں ودیعت کیا گیا ہے۔ عورت میں عصمت کا احساس مرد سے زیادہ ہوتا ہے۔ عورت سے باعصمت رہنے کی توقع بھی مرد کی بہ نسبت زیادہ کی جاتی ہے اور اس کی عصمت کو مرد کی عصمت سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے اگر مرد بے حیائی کا فعل کرے تو اس کو اتنی بُری نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا جس سے عورت کو دیکھا جاتا ہے۔ عورت کی قیمت ازالۂ بکر کے بعد آدھی رہ جاتی ہے۔ مگر مرد دس بیویاں بھی کر چکا ہو تو اس کی قدر و قیمت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ عورت اگر کسی غیر قوم کے مرد کے پاس چلی جاتی ہے تو اس کی ساری قوم اس کو اپنے لیے بے عزتی سمجھتی ہے لیکن مرد کا غیر قوم کی عورت سے تعلق پیدا کرنا کچھ زیادہ معیوب نہیں سمجھا جاتا۔ یہ انسانی فطرت ہے اور اس کو اسلام نے ایک حد خاص تک ملحوظ رکھا ہے مگر جب یہ چیز جہالت کی حد تک پہنچ جاتی ہے تو وہ اس کو پامال کرنے میں بھی تامل نہیں کرتا۔ اسلام مردوں کو کتابیہ عورتوں سے نکاح کی اجازت دیتا ہے، مگر عورتوں کو اہل کتاب سے نکاح کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ یہاں تک اس نے انسانی فطرت کا لحاظ کیا ہے لیکن اگر کوئی نصرانی یا یہودی مسلمان ہو جائے تو اسلام بلا تامل اس کے ساتھ نکاح کرنے کی ہر مسلمان عورت کو اجازت دیتا ہے خواہ وہ کیسے ہی شریف گھرانے کی ہو۔ محض نو مسلم ہونے کی بنا پر اس سے نکاح کو مکروہ سمجھنا اسلام کی نگاہ میں خود مکروہ ہے۔ اسی طرح وہ عورت کو اپنے غلام سے تمتع کی اجازت بھی نہیں دیتا، کیونکہ اس سے سوسائٹی میں اس کی قدر و قیمت گھٹ جاتی ہے، اور اگر وہ اس غلام سے قطع تعلق کر کے کسی شخص سے نکاح کرنا چاہے تو امید نہیں کی جا سکتی کہ کوئی مرد اس کو قبول کرے گا۔ یہی نہیں بلکہ اگر عورت اپنے غلام سے تمتع کرے تو خاندان میں اس کا مرتبہ گھٹ جانے کا اندیشہ ہے۔ اس لیے کہ عورت کو عائلی زندگی میں جو وزن حاصل ہوتا ہے وہ اس کے

شوہر کی بدولت ہوا کرتا ہے۔ اور یہاں شوہر خود غلام ہے جس کو آزاد مرد کا سا مرتبہ حاصل نہیں اس حد تک اسلام نے فطرت انسانی کی رعایت ملحوظ رکھی ہے لیکن اگر کوئی عورت اپنے غلام کو آزاد کر کے اس سے نکاح کرے تو اسلام اس سے منع بھی نہیں کرتا کیونکہ آزاد ہونے کے بعد اس کو وضیع سمجھنا جہالت ہے۔

دوسری وجہ اور اہم تر وجہ یہ ہے کہ ملک یمین مرد کے لیے تو بمنزلہ نکاح ہو سکتا ہے۔ مگر عورت کے لیے نہیں ہو سکتا۔ اسلام نے عائلی زندگی کے لیے جو قانون مقرر کیا ہے اس کا اصل الاصول یہ ہے کہ مرد کو عورت پر قوام ہونا چاہیے۔ اسی لیے عورت کا مہر مرد پر واجب کیا گیا ہے اور عورت پر مرد کو اقتدار کا ایک درجہ دیا گیا ہے تاکہ وہ عورت کی خبر گیری اور حفاظت کرے، اور اپنے گھر میں وہ حاکمانہ قوت استعمال کر سکے جو خانگی زندگی کے نظام کو درست رکھنے کے لیے ضروری ہے۔ یہ مصلحت عقلی غلام سے تمتع کرنے کی صورت میں فوت ہو جاتی ہے۔ غلام سے عورت کا تعلق شہوت رانی کی غرض تو پوری کر سکتا ہے، مگر اسلامی نظام تمدن کے ماتحت ان دوسری اغراض کو پورا نہیں کر سکتا جن کو عورت اور مرد کے ازدواجی تعلق میں ملحوظ رکھا گیا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں مرد غلام ہونے کی حیثیت سے عورت کا تابع فرمان ہوگا اور اسے گھر میں وہ اقتدار حاصل نہ ہو سکے گا، جو اخلاق و معاملات کی نگرانی اور نظام عائلی کو درست رکھنے کے لیے مرد ہونے کی حیثیت سے اس کو حاصل ہونا چاہیے۔

۲۔ اگر غیر مسلم محاربین کے پاس ہماری عورتیں گرفتار ہوں گی تو ہم کوشش کریں گے کہ وہ فدیہ لیکر ان کو چھوڑ دیں، یا اپنی عورتوں کے مبادلہ میں انہیں رہا کر دیں لیکن اگر وہ ان دونوں صورتوں میں سے کسی پر بھی راضی نہ ہوئے تو ہم صبر کریں گے اور ان عورتوں کو ان کی قسمت پر چھوڑ دیں گے۔ یہ ظاہر ہے کہ جب وہ کفار کے قبضہ میں ہونگی تو ان کے حق میں ہم کوئی قانون نہیں بنا سکتے۔ ان کا معاملہ کفار کے ساتھ ہے، اور وہ اختیار رکھتے ہیں کہ ان کے ساتھ جو چاہیں سلوک کریں ہمارا قانون صرف انہی عورتوں پر نافذ ہو سکتا ہے جو ہمارے قبضہ میں آگئی ہیں۔ اور یہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ قید کی حالت میں اس سے بہتر سلوک کا تصور نہیں کیا جا سکتا جو اسلامی شریعت نے لونڈیوں کے لیے تجویز کیا ہے۔ کفار کا معاملہ اگر ہماری عورتوں کے ساتھ بہتر سے بہتر بھی ہوا تو اتنا ہی بہتر ہو سکتا ہے جتنا ہم انکی عورتوں کے ساتھ کرینگے، ورنہ بہرحال انکا سلوک اس سے بدتر ہوگا، اور اس پر ہم انہیں ملامت کرنے میں حق بجانب ہوں گے